

سلسلہ مطبوعات

۲۰

عہادت و خلافت

www.rahimia.org

مولانا فاری محدث طبیب قاسمی

شاد و لال اللہ میر حسین افاق اونڈ لشیخ

عبدت و خلافت

مولانا قاری محمد طبیب قاسمی

شah ولی اللہ میدیا فاؤنڈیشن

عبادت و خلافت

مولانا قاری محمد طیب فاسکی

شاه ولی اللہ میدیا فاؤنڈیشن

ستمبر ۱۹۹۲ء

نام پھلٹ:

مؤلف:

ناشر:

طبع اول:

فہرست مصنایں

حروف اول

السان میں خلوقات کے نمونے
انسان میں خالق کائنات کے نمونے
نمونہ کمالات خداوندی ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ
بکمیل ایمان کیلئے عبادت و خلافت دونوں ضروری ہیں
اخلاقی قوت سے ہی انسان اوپجا سکتا ہے
مسلمان کا دنیا میں مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے
قریانی سے نصب العین و نیامیں پھیلتا ہے

حروف اول

اس کا نات رنگ و بو میں مخلوقات کے جسیں تنوع میں انسان اپنا ایک منفرد اور امتیازی مقام رکھتا ہے اس انسان میں بیسی (حیوانی) طاقتیں بھی ہیں اور ملکی (روحانی) قوتوں بھی ہیں، ان دونوں کا امترزاج انسان کو منصبِ خلافت کا اہل قرار دینا ہے، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ارادہ ظاہر کیا تو ملکہ نے اسکی صفات بیسیت و لکھ کر زمین میں فساد کا اندیش ظاہر کیا، جبکہ اسکی صفات ملکی کے پیش نظر اپنے وظائف تسبیح و تقدیس کا نہ کر کیا، جبکہ ان دونوں صفات کے امترزاج کو وہ نہ جان سکے اور اسی امترزاج کو ظاہر کرنے کیلئے اس مخلوق کی صفت علم کا نہ کر کیا گیا کہ یہ اس علم کو عمل میں لا کر صفات بیسیت و لکھیت کو توازن فراہم کرے گی تو منصبِ خلافت کی اہلیت عیاں ہو جائے گی، وہیوں کہ انسان علم شریعت کی روشنی میں طریقت کی خلوتوں اور سیاست کی جلوتوں میں سم آہنگی پیدا کرے، انسان کی روحانی صفات کا تقاضہ عبادت اور حیوانی صفات کا تقاضہ خلافت بھی سیاست ہے۔

ہم جس معاشرے میں جی رہے ہیں ویہاں دن کا تعارف یا توابیے حوالوں سے ہے کہ اسمیں اور رہنمائیت میں صرف رسمی فرقہ رہ جاتا ہے یا اسکو سیاست کاری میں ایسے الحجاج یا جاتا ہے کہ حکمت عملی کے نام پر دین کی روحانی تقاضے یکسر پامال ہو کرہ جاتے ہیں، ایسے میں متواری فکر کی ترویج و اشاعت کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔

زیر نظر پہنچت بر عظیم پاک و ہند کی ممتاز علمی شخصیت حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی تقریر پر مبنی ہے جو آپ نے جو اپنے ۱۹۴۲ء میں افریقہ کے سفر میں کی تھی، موصوف کا اپنا منفرد اسلوب بیان ہے جسیں تکم کی بجائے حکمت کو لمونظر کھا جاتا ہے اور جو یقیناً دور حاضر کے واعظین اور خطباء کی تقاریر میں غائب ہے۔

شاہ ولی اللہ میدیا فاؤنڈیشن اس تقریر کی پہنچت کی صورت میں اشاعت کی سعادت حاصل کر رہا ہے، امید ہے کہ اہل حکمت اسکو پسند کریں گے۔
چیزیں

خطبہ مسنونہ کے بعد

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

بینی اقم الصلوة و امر بالمعروف و انه عن المنکر و اصبر
علی ما اصابک۔ ان ذلك من عزم الامور (لقمن پ ۲۱ ع ۲)

صدق الله العلى العظیم

بزرگان محترم!

یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے یہ نصیحت ہے جو حضرت قلمان علیہ
السلام نے اپنے بیٹے کو کی اور حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کو نقل فرمایا اسی
آیت سے ایک مضمون اخذ و استنباط کر کے میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ دو
مقاصد پر مشتمل ہو گا۔ جس سے یہ معلوم ہو گا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دینا میں
کیوں بھیجا؟ کیوں پیدا کیا؟ اس کی زندگی کے کیا مقاصد متعین ہیں؟ اور ہم ان
مقاصد کو کس حد تک انجام دے رہے ہیں۔

تمہید

ان دو مقاصد کی تفصیل سے پہلے ایک مختصر سی تمہید سمجھ لیجئے تاکہ اس
مقصد کا سمجھنا آسان ہو جائے وہ یہ کہ یہ جو لمبی چورٹی کائنات آپ کے سامنے پھیلی
پڑتی ہے جس میں بے انتہاء طویل و عریض آسمان کا خیمه تباہوا ہے زمین کا فرش
بچا ہوا زمین و آسمان کے بیچ میں ہزاروں قسم کی مخلوقات بچھی پڑتی، میں جمادات اور
ان کی ہزاروں قسمیں نباتات اور ان کی ہزاروں قسمیں نیز جانوروں کی ہزاروں

قسمیں، میں دریا اور خشکی کے جانور، غرض جمادات نباتات اور حیوانات یہ بہت سی انواع و اقسام ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان پھیلی ہوتی ہیں۔ پھر آسمانوں کے اوپر ایک عظیم مخلوق ہے جس کو ملکہ کہتے ہیں۔ وہ اتنے پھیلے ہوئے ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ آسمان میں چار انگلی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مصروف عبادت نہ ہو۔ تو ان گنت ملکہ اوپر پھیلے ہوئے ہیں اس ساری کائنات اور مخلوقات کی انتہاء عرش پر جا کر ہوتی ہے عرش عظیم کے اوپر شریعت کی مخلوق کا پستہ نہیں دیتی وہاں خالق کی تجلیات اور کمالات ہیں۔ صرف ایک مخلوق کا پستہ چلتا ہے کہ اللہ نے ایک تختی اور لوح رکھی ہوتی ہے اور وہ تختی زمین و آسمان سے بھی زیادہ بڑی ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ:

ان رحمتی سبقت غضبی۔

میری رحمت میرے غصب پر غالب ہے۔

رحمت آگے آگے چلتی ہے غصب اس کے پیچے پیچے رہتا ہے اصل رحمت ہے غصب اس کے تابع ہے یہ ایک دستاویز لکھی ہوتی ہے اس مخلوق کا تو نشان ملتا ہے باقی خالق کی تجلیات اور اس کی صفات عرش کے اوپر پھیلی ہوتی ہیں تو زمینیں آسمان و زمین کے درمیان فضا، آسمان، جنت، عرش اور کرسی پھر تجلیات ربانی کا یہ سلسلہ ہے تو بڑی لمبی چورٹی کائنات ہے۔

انسان میں مخلوقات کے نمونے

لیکن اللہ کی قدرت دیکھیئے کہ اس ساری لمبی چورٹی کائنات کو جو کروڑوں میلوں پر پھیلی ہوتی ہے ایک چھوٹی سی ڈیہ میں بند کر دیا۔ آجکل کے سامنس دانوں کے قول کے مطابق چاند زمین سے سترہ لاکھ میل دور ہے۔ پھر اس سے کتنا اوپر آسمان ہے، پھر لکھتے آسمان اور لکھنی جنتیں ہیں تو لاکھوں کروڑوں میل پر مشتمل ہے لیکن جب اس کو سمیٹا تو ایک ڈیڑھ گز کی جگہ میں آگئی اور وہ ڈیڑھ گز

کی جگہ کیا ہے؟ وہ آپ ہیں ساری کائنات کو اللہ نے انسان میں جمع کر دیا جس میں زمین بھی ہے آسمان بھی ہیں پساڑ بھی ہیں جمادات نباتات اور حیوانات بھی اس کے اندر جمع ہیں۔

انسان کو دیکھا جائے تو اس میں مٹی بھی ہے پیدا ہی زمین سے ہوا اسے مشت خاک ہی کہتے ہیں کہ ایک مٹھی خاک سے ہمارا بدن پیدا کیا گیا۔ تو یہ ہمارا بدن زمین کا ایک تودہ ہے روح نے اس مٹی کو سنبھال رکھا ہے روح لکلنے کے بعد پھر مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے۔ اور اس زندگی کی حالت میں بھی اس سے مٹی لکھتی رہتی ہے۔ اگر آپ روزانہ غسل نہ کریں تو جب بدن پر ہاتھ پھیریں گے بدن سے سیاہ سیاہ بتیاں اتریں گی۔ وہ مٹی اور کورٹا کپڑا نہیں تو اور کیا ہے۔ تو بدن خاک کا ہے اور خاک ہی اس سے پہنچتی ہے۔ اگر خارش ہو جائے تو سارے بدن سے بھوسی سی جھوڑتی ہے جیسے مٹی جھوڑ ہی ہو تو آج بھی انسان مٹی کا تودہ ہے مرنے کے بعد یہ مٹی بکھر جاتی ہے اگر انسان کے اندر نہیں موجود ہے۔ اور وہی خاصیت اس زمین کی ہے جو عام زمین کی ہے اگر آپ اس میں غور کریں آپ کی اس زمین میں پھارٹوں کا سلسلہ بھی ہے۔ ہزاروں چھوٹے بڑے پھارٹ بھیلے ہوئے ہیں۔ یہ جو انسان میں پھارٹوں کا سلسلہ ہے یہ پھارٹ مختلف ہوتے ہیں تو یہ ایک سلسلہ ہے جو اس میں کوئی لانبی، کوئی چورٹی، جیسے پھارٹ مختلف ہوتے ہیں تو یہ ایک سلسلہ ہے جو اس اور پھیلنا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر آپ غور کریں جیسے دنیا کی زمین میں درخت، گھاس اور نباتات اگتے ہیں ہماری زمین میں بھی نباتات اگے ہوئے ہیں بدن کے اوپر رواں اور بال یہ نباتات ہیں۔ پھر کسی زمین پر کھنے جملی ہوتے ہیں کہ بہت ہی قریب قریب درخت ہیں تو سر ایسا ہے جیسے گھننا جملی کہ سینکڑوں درخت اس میں قریب قریب اگے ہوئے ہیں کوئی زمین ایسی ہوتی ہے کہ اس میں درخت دور دور ہوتے ہیں جیسے عام بدн کے اوپر رواں اور بال دور دور ہیں کوئی زمین کا حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی درخت پیدا ہی نہیں ہوتا ستمبھیوں پر کچھ بھی نہیں اگلتا عام طور پر

ناک کے اوپر کوئی بال نہیں آلتا تو اس ہماری زمین میں کوئی حصہ وہ ہے جس میں کثرت سے اور کچھ حصہ میں تھوڑے اور کچھ حصہ وہ ہے کہ اس میں سرے سے بال اُگے ہی نہیں غرض ہمارے بدن کی زمین میں مٹی، پہاڑ، اور نباتات کا سلسلہ بھی ہے۔

اور اسی میں حیوانات بھی ہیں آجکل کے ڈاکٹروں کی تحقیقات تو یہ ہیں کہ خون میں جراثیم (چھوٹے چھوٹے حیوانات) ملے ہوتے ہیں جو خورد ہیں سے دکھانی دیتے ہیں ویسے نہیں بدن کے ہر حصے میں نئے نئے رنگ کے جانور ہیں ان کے مجموعے سے خون بنا ہے۔ وہ مرجانیں تو انسان مر جاتا ہے تو پورے بدن میں جراثیم پھیلے ہوئے ہیں۔ جیسے آپ کی زمین میں مختلف علاقتے ہیں۔ کسی علاقے میں خاص قسم کے جانور کھیں اور قسم کے جانور کھیں کچھ ہوتا ہے کہیں کچھ تو یہ ہاتھ اور پیر اس زمین کے علاقے ہیں اس میں مختلف قسم کے جانور ہیں ہے حیوانات مختلف شاخوں کے ہیں ان سے ابراضی بھی پیدا ہوتے ہیں اور اگر ان جراثیم کو مار ڈالا جائے تو ان سے بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ اور سر میں بھی تو کبھی جو نیس پڑ جاتی ہیں آدمی ان کو پکڑتا ہے اور ناخن پر رکھ لکھ رہتا ہے یہ ایسے ہے جیسے جنگل میں مختلف جانور پھرا کرتے ہیں تو جیسے اس زمین سے جانور پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں مر کھپ جاتے ہیں ایسے ہی انسان کی زمین میں جانور پیدا بھی پیدا ہوتے ہیں اور مر کر اسی میں مر کھپ جاتے ہیں بعض دفعہ مددے میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں کر اسی میں مر کھپ جاتے ہیں وہ کیڑے ساری غذا کھاتے رہتے ہیں انسان کھنور ہوتا رہتا ہے بدن کو نہیں لگتی تو سر میں جو نیس اور مددے میں کیچوے اور رخموں میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہر حال انسان کی زمین میں مختلف حیوانات ہیں جو جل رہے ہیں تو جیسی کائنات باہر کی ہے ویسی ہی ہمارے اندر کی کائنات بھی ہے کہ زمین، پہاڑ، نباتات اور مختلف قسم کے حیوانات بھی، شکل و صورت سے بھی مختلف، پیدا بھی ہوتے اور مرتے بھی ہیں۔

پھر جیسے آپ کی اس دنیا میں وقت آنے پر بارشیں ہوتی ہیں۔ اس بدن میں بھی بارش ہوتی ہے جب گرمی آتی ہے تو پسند نکل رہا ہے ایسے ٹپک رہا ہے جیسے بارش ہو رہی ہو۔ پھر جتنے قسم کے پانی زمین میں ہیں اتنے ہی قسم کے انسان کے اندر ہیں دنیا میں بعض جگہ پانی کے گرم چشمے نکلتے ہیں (ہندوستان میں منڈیل کے صنع میں بعض جگہ کھولتے ہوئے پانی کے چشمے ہیں لوگ اس پانی کو ٹھنڈا کر کے غسل کرتے ہیں، ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے منوں آگ میں اسے پکایا گیا ہو) بعضے چشمے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے، میں سمندر کا پانی کڑوا ہے بعض جگہ پانی میں ترشی ہوتی ہے انسان کے بدن کے اندر بھی، میں ایسے ہی چشمے ہیں منہ کے اندر اللہ نے یہاں چشمہ جاری کر کھا ہے اگر منہ میں کڑوا پانی ہوتا آدمی کی زندگی تلخ ہو جاتی تو نہایت شیریں قسم کے پانی کا چشمہ زبان سے بہرہ رہا ہے اسی پانی کی مدد سے غذا اندر پہنچتی اور اسی کی مدد سے ہضم بھی ہوتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو پڑکتے ہیں وہ نمکین پانی ہے کبھی زبان پر آنکوں کا پانی لگ جائے تو نمک کا سامرا آتا ہے۔ تو آنکھوں کے اندر نمکین چشمہ جاری کر دیا جاتے ہیں میں دیکھو تو کڑوا پانی بھرا ہوا ہے اس میں کڑوا چشمہ جاری ہے معدے کے اندر ترش پانی بھرا ہوا ہے جس سے غذا ہضم ہو رہی ہے۔ پھر کھیں پاک پانی اور کھیں ناپاک۔ مثاں میں ناپاک پانی بھرا ہوا ہے جسے پیدا شد کہتے ہیں اور منہ میں پاک پانی بھرا ہوا ہے جسے لعاب کہتے ہیں یہ نکل کر آدمی تھوکے، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پیدا شد کا ایک قطرہ نکل آتے، وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تو بدن میں پاک، ناپاک، ٹھنڈا، گرم، ترش اور یہاں کڑوا ہے قسم پانی موجود ہے برسات اس میں کہ پسند ٹپ ٹپ ٹپک رہا ہے۔ تو جو اس کائنات میں ہے وہی انسان کے اندر ہے گویا ساری کائنات انسان میں جاری ہے۔ یہاں اگر ہوا میں چلتی ہیں جیسے یہاں ٹھنڈی اور گرم ہیں، آپ جب سانس اندر کو لیتے ہیں تو ٹھنڈی اور جب باہر کو لیتے ہیں گرم ہوا لٹکتی ہے۔ جیسے دنیا میں بعض اوقات ہوا بند ہو جاتی ہے، آدمی دوڑا دوڑا پھرتا ہے کہ بھی پسکھے چلاو طبیعت گھبرا

گئی انسان کے بدن میں بھی بوجھ ہو جاتا ہے معدے میں ہوا پھنس جاتی ہے ڈاکٹروں کے پاس دوڑے دوڑے پھرتے ہیں کہ صاحب کی طرح سے ہوا نکال دو اگر ہوا نہیں بند ہو جائیں تو اندر بھی گھٹن ہوتی ہے، تو انسان کے بدن میں پانی بھی ہے، اور ہوا بھی، اور چلنے کا ڈھنگ بھی وہی جو باہر کی زمین میں ہے۔

اسی طرح انسان کے بدن میں آگل بھی ہے۔ کبھی آپ بدن پر ہتھ رکھیں گے تو گرمی موس مس ہوتی ہے اگر بدن میں آگل نہیں تو یہ گرمی کا ہے کی ہے؟ اور اگر آدمی زور سے ہاتھ ملے تو چکاریاں سی نکلتی ہیں اور میل بھر دوڑ لیں تو یہ معلوم ہوتا ہے جیسے سارے بدن میں آگل بھر گئی اگر اندر حرارت نہیں ہے، تو اندر کیا چیز ابتدی ہے۔ تو آگل، پانی، ہوا اندر موجود ہیں اور ان کا عمل بھی جاری ہے۔ غرض یہ آپ کا بدن اس میں پوری کائنات کی طرح ایک دننا ہے جیسے اس میں اوپر آسمان ہے اور نیچے زمین ہے۔ آپ کے اندر سر آسمان کی مانند ہے اور نیچے پیر زمین کی مانند ہیں۔

جیسے آسمان میں چاند سورج ہیں جن کی روشنی سے آپ اس کائنات کو دیکھتے ہیں انسان کی پیشافی پر چاند اور سورج کی طرح سے دو آنکھیں ہیں ان میں روشنی نہ ہو، کائنات نظر نہیں آتی تو چاند، سورج اور روشنی بھی ہے۔ پھر حکومت کا ایک نظام بھی قائم ہے۔ ہاتھ اور پیر یہ قلب کے خدام ہیں قلب کا ذرا سا اشارہ ہوا ہاتھ پیر چلنے لگتے ہیں تو پوری کائنات جیسے باہر منظم ہے اسی طرح اندر بھی ہے۔ قلب حاکم و بادشاہ اور ہاتھ پیر اس کے خدام ہیں۔ الغرض انسان کے اندر ہوا، برسات، آگ، مٹی، پھر، سبزہ، جانور، اور موت و حیات بھی ہے۔ سارا قصہ وہی ہے جو کائنات کے اندر ہو رہا ہے۔ انسان کی ایک صورت یہ ہے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا اور مثال دیکھی کہ آسمان سے زمین تک جتنے درجے کائنات کے ہیں وہ سب اس کے اندر موجود ہیں یہ اللہ کی صناعی ہے کہ جس کائنات کو لاکھوں، کروڑوں میل میں پھیلایا ہے جب اس کو سمیٹا تو ایک ڈیڑھ گز کے انسان

میں ساری کائنات کو جمع کر دیا۔ اسی واسطے علماء لکھتے ہیں کہ انسان حقیقتِ جامد ہے یعنی اتنی جامع حقیقت ہے کہ وہ سارے کمالات اس کے اندر جمع ہیں جو پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

انسان میں خالق کائنات کے نمونے

پھر یہی نہیں ہے کہ اس میں فقط کائنات ہی کے نمونے ہوں غور کیا جائے تو خالق کائنات کے نمونے بھی انسان ہی میں جمع ہیں ایسے نمونے جمع ہیں کہ اگر ہم انہیں سامنے رکھیں تو ان نمونوں سے خدا تعالیٰ کی ذات، صفات اور کمالات سب عیاں ہو جائیں ہمیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں اگر ہم اپنے اندر غور کریں تو خدا کی کمالات بھی ہمارے اندر سے ابھریں گے۔ آپ غور کیجئے کہ آپ کے بدن کی یہ ساری کائنات کس چیز سے سنبھالی ہوئی ہے، یہ روح ہی سے سنبھالی ہوئی ہے، اگر روح نکل جائے تو ساری کائنات بکھر جائے مٹی بکھر کر مٹی میں جا سٹے گی، پانی پانی میں، آگ آگ میں، اور ہوا ہوا میں مل جائے گی، ساری کائنات ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ روح ایک مبدراً عظیم ہے جس نے قیومیت کر رکھی ہے (ساری کائنات کو سنبھال رکھا ہے) ہم اس کو سامنے رکھ کر دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ جب ہماری کائنات بدن کو سنبھالے رکھنے کے لئے ایک قیوم (روح) کی ضرورت ہے، اسی طرح اس پوری کائنات کا ایک مبدراً عظیم ہے، جس نے پوری کائنات کو سنبھال رکھا ہے۔ تو خدا کے وجود پر دلیل ہمیں اپنے اندر سے مل جاتی ہے۔

آپ غور کیجئے آپ کا بدن سرخی مائل ہے چھرے پر سرخی اور بالوں پر سیاہی۔ تو بدن پر کھمیں سفیدی، کھمیں سرخی، کھمیں سیاہی، غرض بدن پر مختلف رنگ ہیں یہ سارے رنگ روح کی وجہ سے قائم ہیں، لیکن روح کا کوئی رنگ نہیں وہ ہر رنگ سے بری و بالا ہے اسی طرح سے ہم کھمیں گے کہ اس کائنات میں ہزاروں رنگ ہیں انسان کے مختلف رنگ ہیں درخت سبز، پھول سرخ ہیں ان

سارے رنگوں کو اس روحِ اعظم نے سنپھال رکھا ہے جس کو ذاتِ خداوندی کہتے ہیں، اور وہ خود ہر رنگ سے بری و بالا ہے لیکن ہر رنگ کو جلوہ دے رکھا ہے۔ تو خدا کے وجود کی دلیل اپنے اندر سے ملتی ہے۔

نیز اس پر غور کریں کہ آپ کے اس بدن کے اندر کسی کو جانے کا موقع دیا جائے اور آپ کے اندر گھس کے وہ خوب سیر کرے آپ اس سے پوچھیں کہ بصیرتی روح کھماں کو بیٹھی ہوتی ہے۔ ہاتھ پیر، دماغ پادل میں سے وہ یوں کہے گا کہ مجھے تو ہر ہر ذرے میں روح کا جلوہ نظر آتا ہے میں (کسی خاص عضو کی طرف) اشارہ نہیں کر سکتا کہ روح وہاں بیٹھی ہے۔ جب روح کا جو ایک مخلوق ہے یہ عالم ہے کہ بدن کے ذرے ذرے میں اس کا جلوہ پھیلا ہوا ہے تو اس پوری کائنات میں روح اعظم اور جلوہ خداوندی ہر جگہ پھیلا ہوا اور اشارہ نہ کیا جاسکے کہ وہ وہاں ہے یا یہاں ہے اس میں کون سے تعجب کی بات ہے؟ یہ اللہ کی شان ہے کہ وہ سمت اور جست میں نہیں الگی سے اس کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے وہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی جست اور سمت میں مقید ہے وہ لامحدود ذات ہے مگر اس نے اپنا نمونہ روح کو بنادیا کہ روح کو آپ کسی خاص عضو میں مقید نہیں بتا سکتے۔ وہ یوں کہ سکتے ہیں کہ اس کو بدن کے بعض حصوں سے خاص تعلق ہے جلوہ تو ہر جگہ ہے مگر تعلقات الگ الگ ہیں روح کو جو تعلق قلب سے ہے وہ دماغ سے نہیں جو دماغ سے ہے وہ پیٹ سے نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر قلب میں سوئی بھی چھبودی جائے تو آدمی مر نے کو ہو جاتا ہے۔ روح دوڑنے لگتی ہے کہ میں نہیں تمہری۔ دماغ کو توڑ دیا جائے تو روح باقی نہیں رہے گی ہاتھ پیر کو کاٹ لیا جائے تو روح باقی رہے گی اگرچہ آدمی ناقص ہو جائے گا۔ ناخن اور بال کاٹ دو تو کوئی اذیت نہیں ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ روح کو جو تعلق قلب سے ہے دوسرے اعضا سے نہیں وہ تعلق نہیں ہے اسی طرح اس کائنات میں اللہ کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے مگر جو تعلق بیت اللہ سے ہے وہ آپ کی مسجدوں میں نہیں ہے جو آپ کی مسجدوں سے ہے وہ

آپ کے گھر انوں سے نہیں ہے جو آپ کے گھر انوں سے ہے وہ ویران جنگلوں
سے نہیں ہے تو جلوہ ہر جگہ ہے مگر تعلقات الگ الگ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ کے بارے میں اگر کوئی گستاخی کا کلمہ بھی کہہ دے
تو پورے عالم میں شور مج جاتا ہے جیسے عالم تباہ ہونے کے قریب آگیا۔ مسجد پر اگر
کوئی حمدہ کر دے تو اس مقام کے مسلمانوں میں بے چینی پھیل جاتی ہے۔ اگر
آپ کے گھر پر کوئی حمدہ کر دے تو آپ اور آپ کے خاندان والے پریشان ہوں
گے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ سے اللہ کو جو تعلق ہے وہ اتنا بڑا ہے کہ پوری
کائنات پر پھیلا ہوا ہے سارے انسان بے چین ہو جائیں گے مسجد اور عام گھروں
سے وہ تعلق نہیں تو تعلق درجہ درجہ ہے مگر جلوہ ہر جگہ موجود ہے اس لئے اللہ کے
جلوے اور اس کی تجیات کا ہر جگہ موجود ہونا، اور اس کے تعلقات میں فرق مراتب
ہونا آپ کو اپنے اندر سے اس کی دلیل مل جاتی ہے کہیں باہر جانے کی ضرورت
نہیں۔ نیز آپ غور کریں کہ آپ روح سے زندہ ہیں تو ایک روح سے زندہ ہیں یا
دو روحیں کام کر رہی ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ ایک ہی روح ہے اگر دو روحیں
ہو جائیں، بدن پھٹ کر خراب ہو جائے ایک روح کھے گی میں بدن کو بھوک لانا
چاہتی ہوں دوسرا کھے گی میں سرگر نہیں چاہتی ایک روح کھے گی سردی لگنی
چاہیئے دوسرا کھے گی گرمی لگنی چاہیئے تو روحوں کو لڑائی سے فرست نہیں
ہو گی بدن کی تربیت کون کرے گا؟ بدن خراب خستہ ہو کر تباہ ہو جائے گا۔ ایک
ہی روح کام کر سکتی ہے دو روحیں ہوں تو بدن کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ یہی
صورت اس کائنات کی ہے کہ لوگان فیضما الحلة الا لله لفسد تا۔ کہ اگر کائنات میں دو
خدا ہوں تو کائنات چل نہیں سکتی۔ ایک خدا کھے گا میں فلاں کو بیٹا دینا چاہتا ہوں
دوسرا خدا کھے گا میں فلاں کو بیٹا دینا چاہتا ہوں دوسرا خدا کھے گا میں اس کو بانجھ
رکھنا چاہتا ہوں ایک کھے گا میں فلاں قوم کو عزت، اور دوسرا کھے گا کہ میں اس کو
غلام بنانا چاہتا ہوں۔ ایک کھے گا میں فلاں قوم کو عزت اور دوسرا کھے گا کہ میں

اس کو خلام بنانا چاہتا ہوں دو نوں خداون کو لڑائی سے فرست نہیں ہوگی۔ کائنات کون چلائے گا؟ یہ بات الگ رہی کہ دو خدا ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں لیکن اگر معاذ اللہ مان لیا جائے تو کائنات برقرار نہیں رہ سکتی جیسے بدن میں دوروح ہوں کائنات بدن باقی نہیں وہ سکتی۔ یہ تو ایسا ہو گا جیسے ایک میان میں دو تواریں ڈال دیں۔ اور ایک شیروانی میں دو آدمی گھس جائیں، شیروانی پھٹے گی نہیں تو اور کیا کیا ہو گا؟ ایک کائنات ہو یا پچاس مخلوقات ایک ہی خالت سے چلتی ہیں۔ اور اگر یوں مان لیا جائے کہ دونوں خدا آپس میں صلح کر لیں۔ معلوم ہوا ایک دوسرے سے دب گیا۔ تو جو دلیل ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ خدا وہ ہے جو سب چیزوں پر غالب اور قوی ہو۔ جو لڑائی سے بچنے کے لئے دوسرے سے کھو صلح کر لو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں دوسرے کا خوف موجود ہے جس میں خوف ہو وہ خدا تھوڑا ہی ہے خدا وہ ہے کہ سارے اس ڈریں، وہ خود ڈر اور خوف سے بالا تر ہو گویا نہ صلح کے اصول کو سامنے رکھ کر اور نہ ہی فساد کو سامنے رکھ کر دو خدا مانے جاسکتے ہیں۔ تو اللہ کی توحید اور یکتائی کی دلیل آپ کے اندر سے آپ کو مل رہی ہے۔ آپ کو باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ خود آپ کے اندر اللہ کی ذات، توحید، اس کی یکتائی، اس کی صفات کے سب نمونے آپ کے اندر سے نکل آتے ہیں۔ اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بے شک کائنات میں کوئی مددرا عظیم ہے اور یہ تجھیں کہ معاذ اللہ خدا نہیں ہے۔ اور کائنات خود ہی چل رہی ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میرے اندر روح نہیں ہے یہ بدن ایسا ہی چل رہا ہے۔ اگر کوئی دہریہ اس کائنات کے اندر خدا کا منکر ہے اسے اپنے اندر روح کا بھی انکار کرنا چاہیے۔

اور جس طرح سے آپ کی روح بدن کے خط خط سے واقف ہے آپ کے اندر شعور ہے کہ وہ جانتی ہے کہ یہ میرا ناخن، بال، پیٹ ہے نیز یہ کہ اس وقت پیٹ میں گڑ بڑ ہو رہی ہے۔ یہ اسے علم ہوتا ہے کہ اس وقت پیٹ اچھا ہے تو کائنات بدن کے ذرے ذرے سے روح واقف ہے اگر واقف نہ ہو تو نظم کیسے

چلائے، اگر روح کو پتہ ہی نہ پلے کہ بخار چڑھ رہا ہے تو دور کرنے کی اسے فرصت سکھاں ہوگی؟ اسی طرح اس کائنات کے ذرے ذرے کا علم اللہؐ کی ذات کو ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حق تعالیٰ نہ جانیں کہ کائنات میں کیا ہو رہا ہے۔ الا عِلْمُ مِنْ خَلْقٍ (جو پیدا کر رہا ہے کیا وہ معاذ اللہ عالم ہو گا؟) پیدا کرنے والا ہی مخلوق کے ذہن، صفات اور احوال کو جانتا ہے تو اللہ کے لامحدود علم کی نظر ہمارے اندر موجود ہے۔ تو اللہ نے انسان کو ایسا جامع بنایا کہ اگر وہ اپنے اندر خدا کی سماں کمالات دیکھنا چاہے تو اپنے آئینے کے اندر دیکھ لے اس کو سارے خدائی نمونے نظر آجائیں گے۔ قرآن کریم نے فرمایا:

سُنْرِيْهِمْ آيَتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ الْحَقَّ (ہم عنقریب حق کی نشانیان انسانوں کو باہر اور ان کی جانوں کے اندر بھی دکھلانے میں گے تاکہ واضح ہو جائے کہ اللہ ہی حق و ثابت ہے) اور وہی کائنات کا چلانے والا ہے تو منطقی دلیلیں الگ رہیں یہ مشاہدے کی دلیلیں ہیں کہ آدمی اپنے اندر غور و فکر کر کے خدائی سماں کو پہچان لے۔ سیرے عرض کرنے کا حاصل یہ تکالکہ خالق اور مخلوق کے نمونے سارے ہمارے اندر موجود ہیں تو انسان ایک عجیب چیز تکلی کہ اس میں دونوں نمونے جمع ہیں۔

نمونہ کائنات ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ

اس واسطے انسان پر دو ہی فرائض عامد ہوں گے، ایک ایسا فریضہ جو مخلوق ہونے کے مناسب، اور ایک ایسا فریضہ جو خالق کے نمونوں کے مناسب ہے۔ نمونہ مخلوق ہونے کا فریضہ کیا ہے؟ جس مخلوق کو خدا وجود دے، وہ اپنی پیدائش میں خالق کی محتاج ہے اور بقاء میں بھی۔ تو ہر قدم پر ہم خدا کے محتاج ہیں۔ محتاج کا کام غنی کے سامنے کیا ہوتا ہے؟ محتاج کا کام یہ ہے کہ وہ غنی کے سامنے جکھے اور اس کے آگے سجدہ کرے۔ اس لیے کہ اگر ہمارے پاس سب کچھ ہو تو ہمیں اس سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تسبیح حاجت مندی اس کے سامنے لے جاتے

ہیں کہ ہمارے پاس کچھ موجود نہیں۔ ایک فقیر آپ سے تبھی سوال کرے گا کہ اس کے پاس دولت نہ ہو، اگر اس کے پاس دولت ہو، اسے سوال کرنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ تو محتاج ہاتھ پھیلاتا ہے، غنی نہیں۔ زندگی ہمارے قبضے میں نہیں تھی۔ ہم نے ہاتھ پھیلایا کہ اے اللہ ہمیں زندگی عطا کر اس نے دے دی۔

زندگی آنے کے بعد اس کا باقی رکھنا ہمارے قبضے میں نہیں، اگر ہمارے قبضے میں ہوتا تو ہم کبھی نہ مرتے مگر مرننا پڑتا ہے۔ معلوم ہوا ہمارے ہاتھ میں زندگی نہیں ہم دعائیں مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہماری زندگی طویل کر دے عملی دعا مانگتے ہیں کہ یعنی ان اساب کو اختیار کرتے ہیں جن سے زندگی باقی رہے، کھاتے، پیتے، دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ یہ عملی دعا ہے اور زبان سے بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں زندہ رکھ۔ یہ کیوں مانگتے ہیں؟ محتاج گی ظاہر کرنے کو، کہ وہ غنی ہے ہم محتاج ہیں محتاج کا کام جھکنا ہے۔ تو مخلوق خالق کی محتاج ہوتی ہے۔ اس کا فریضہ ہے کہ وہ جھکے۔ اور جھکنا بھی معمولی درجے کا نہیں بلکہ انتہاء درجہ کا جھکنا ہے یعنی ایسی عاجزی ظاہر کرے کہ ایسی عاجزی کسی کے آگے ظاہر نہ کر سکے۔ اس لئے کہ خالق وہ ہے کہ اس کی عزت کی کوئی انتہاء نہیں۔ تو اس کے سامنے عاجزی بھی ایسی پیش کرنی چاہیئے کہ اس عاجزی کی انتہاء نہ ہو۔ اس انتہائی عاجزی کو پیش کرنے کا نام اسلام کی زبان میں عبادت ہے عبادت غایت تذلل کو کہتے ہیں۔ اور اگر آپ غور کریں تو یہ انتہائی عاجزی آدمی نماز میں ہی ظاہر کر سکتا ہے کسی اور عبادت میں نہیں۔ اس لیے کہ انتہائی تذلل کی جتنی شانیں ہیں وہ ساری نماز کے اندر موجود ہیں۔ فرمانبرداروں کی طرح ہاتھ باندھ کر گردن جھکا کر کھڑے ہونا پھر اتنی عاجزی پر تقاضت نہیں رکوع کر کے گردن جھکا دی، اور زیادہ عاجزی کا انہصار کیا پھر اسی پر انتہائی عاجزی پیش کرتا ہوں۔ پھر اسی پر بس نہیں، اخیر میں مانگتا ہے کہ اے اللہ انتہائی عاجزی پیش کرتا ہے۔ کہ اے اللہ تیری عزت کے سامنے میں اپنی انتہائی عاجزی پیش کرتا ہوں۔

مجھے نیکی دے، رزق دے، وغیرہ وغیرہ۔ مانگنے سے زیادہ کسی چیز میں عاجزتی نہیں ہوتی۔ تو سجدے کے بعد اخیر میں دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ تو مقصود یہ نکلا کہ مخلوق اپنے خالق کے آگے جھکے۔ انتہائی عاجزتی کا انعام کرے اور وہ نماز کے اندر ہوتی ہے۔ نماز کے سوا حقیقتاً عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے جس سے عبادت کی جاسکے۔ اس لئے کہ عبادت کے معنی انتہائی عاجزتی پیش کرنے کے ہیں۔ یہ نماز ہی میں ہے اور کسی عبادت میں نہیں ہے۔ مثلاً آپ رَحْمَةُ اللَّهِ، يَا صَدَقَ دِينٍ یہ حقیقی طور پر عبادت نہیں، اس میں تو اللہ کے ساتھ مشاہد پیدا کرنا ہے۔ کہ جیسے اللہ مخلوق کو دیتا ہے آپ بھی مستحق کو دیتے ہیں۔ تو دینا اور بھلائی کرنا ذلت نہیں بلکہ انتہائی عزت کی بات ہے۔ یہ خداونی کام سے توزکوہ و صدقہ دینا اپنی ذات سے عبادت نہیں چونکہ اللہ حکم دیا، ایسا کرو تعییل حکم کی وجہ سے اس میں عبادت کی شان پیدا ہو گئی ورنہ بذات خود عبادت نہیں۔ اسی طرح آپ روزہ رکھیں روزہ اپنی ذات سے عبادت نہیں اس لئے کہ روزے کے معنی یہ ہیں کہ آپ سکھانے، پیٹنے، اور ازدواجی تعلق سے بے نیاز اور مستغفی۔ تو یہ شان اللہ کی ہے کہ سکھانے، پیٹنے اور ایسے تعلق سے بری و بالا ہے، اللہ سے مشاہد پیدا کرنا، یہ ذلت کی بات تھوڑا ہی ہے۔ تو روزہ رکھو، تعییل حکم کی وجہ سے عبادت بن گیا۔ ہم سچ بولنے کو عبادت سمجھتے ہیں، لیکن سچ بولنا اپنی ذات سے عبادت نہیں، کیونکہ سچ بولنا اللہ کا کام ہے۔ وَ مَنْ أَصْدَقَ مِنَ اللَّهِ قِيلًا۔ (اللہ سے کس کا قول سچا ہے) وَ مَنْ أَصْدَقَ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا۔ (اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی) جو سچ بولے، وہ ذلت کا کام تھوڑا ہی کر دہا ہے۔ وہ تو انتہائی عزت کے مقام پر ہے۔ عبادت اس لئے بنائے کہ حکم خداوندی ہے کہ سچ بولو، جھوٹ مت بولو تعییل حکم کی وجہ سے اس میں شان عبادت پیدا ہو گئی۔ ان تمام چیزوں میں کوئی چیز اپنی ذات سے عبادت نہیں یہ نیت اور مقاصد کی وجہ سے عبادت بن گئی ہیں۔ لیکن نماز میں جتنے افعال ہیں ان میں اپنی ذات کی وجہ

سے اظہار عجز ہے۔ کھڑے ہونا، حکم جانا، سجدہ کرنا، دعائیں کرنا، اور مانگنا سب عاجزی کا اظہار ہے۔ اس لئے اپنی ذات سے جو چیز عبادت ہے وہ صرف نماز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نماز اللہ نے فقط انسان پر نہیں، کائنات کے ذرے ذرے پر مقرر کی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔ کل قد علم صلاتہ و تسبیح (ہر چیز نے اپنی نماز اور تسبیح پہچان لی) معلوم ہوا درخت، پہاڑ، جانور، سبھی نماز پڑھتے ہیں سب پر نماز مقرر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں عقل ہے اور مخلوقات کو خطاب نہیں کیا گیا۔ مگر بنایا ایسے گویا وہ نماز پڑھ رہے ہیں جیسے علماء لکھتے ہیں کہ جتنے درخت ہیں ان کی نماز میں قیام ہے رکوع و سجده نہیں گویا ایک پیر پر کھڑے ہوئے نماز میں مصروف ہیں رکوع سجدے کی اجازت نہیں ہے، چوبائے جو چار پیروں سے چلتے ہیں، ان کی نماز میں رکوع ہے۔ ان کو ایسی بیست سے اللہ نے بنایا کہ وہ ہر وقت رکوع میں ہیں۔ سجدہ و قیام ان کی نماز میں نہیں ہے۔ پہاڑوں کو اس طرح بنایا جیسے آدمی تشدید میں بیٹھتا ہے۔ گویا پہاڑ زمین پر گھٹنے لیکے ہوئے اتحاد میں مصروف ہیں۔ ان کی نماز میں قدرہ ہے قیام، رکوع اور سجدہ نہیں ہے۔ حشرات الارض جیسے سانپ، پچھو، ان کی نماز میں سجدہ ہے نہ رکوع ہے نہ قیام۔ یہ گویا ہر وقت اوندھے پڑے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں مصروف ہیں۔ چنان، سورج اور زمین گردش میں ہے۔ یہ گردش سے اللہ کی عبادت کر رہے ہیں حرکت دوری ان کی نماز ہے۔ اسی طرح سے جنت و دوزخ کی نماز دعا مانگنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جنت یہ سوال کر رہی ہے اے اللہ قیامت کے دن مجھے بھر دیجئے۔ میرے محلات خالی نہ رہیں۔ جنم بھی کھد رہی ہے کہ مجھے بھر دیجئے۔ اور اللہ کا وعدہ ہے، قیامت کے دن دونوں کو بھر دیا جائیگا۔ وعدہ پورا کیا جائے گا۔ جب تک نہیں بھریں گے، جنم پکارتار ہے گا۔ ہل من مزید، ہل من مزید۔ چنان، سورج، پہاڑ، دریا، مٹی سب جھوکنک دیئے جائیں گے پھر بھی وہ

کئے گا۔ حل من مرید جب ان سب چیزوں سے نہیں بھرے گا۔ تو حدیث میں ہے، حق تعالیٰ جہنم کے منہ پر پیر رکھ دیں گے۔ جیسا پیر ان کی شان کے مناسب ہے۔ اس وقت کئے گی کہ بس! بس! اب میں بھر گئی اور وعدہ پورا ہو گیا۔

جنت میں سارے جنتی داخل ہو جائیں گے پھر بھی اس کے شہر اور بستیاں خالی رہ جائیں گی، تو ایک مستقل مخلوق پیدا کی جائے گی جس سے جنت آباد کی جائے گی۔ تو جنت و جہنم کی نماز کا دعاء مانگنا ہے۔ فرشتوں کی نماز صفت بندی ہے کہ صحنیں باندھ کر کھڑے رہیں۔ انسان اور بالخصوص مسلمان کی نماز میں ساری کائنات کی نمازیں اللہ نے جمع کر دیں۔ درختوں کا ساقیاں، چوپا یوں جیسا رکوع، حشرات الارض جیسا سجدہ، جنت و جہنم جیسی دعاء پہاڑوں جیسا تشد، فرشتوں کی سی صفت بندی، اور جانم، سورج، زمین کی گردش بھی نماز میں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی نماز دور رکعت سے کھم کی نہیں۔ دو، تین، یا چار رکعت کی ہے۔ آپ ایک رکعت پڑھ کے کیا کام کرتے ہیں؟ جو کام پہلی رکعت میں کیا تھا۔ وہی کام دوسرا، تیسرا اور چوتھی میں کرتے ہیں۔ وہی الحمد، سورت اور تسبیحات وغیرہ اس لئے گردش اور دوران نماز کے اندر ہے۔

صیہے انسان کو اللہ نے ایک جامع حقیقت بنایا عبادت بھی جامد دی، آپ کی عبادت میں ساری کائنات کی عبادتیں جمع ہو گئیں اس سے دین کا کمال بھی واضح ہوتا ہے۔ پچھلے ادیان میں ایسی نمازیں نہیں تھیں کسی قوم کو فقط سجدے، کسی کو فقط قیام کسی کو فقط رکوع کی نماز دی گئی۔ لیکن اسلام کی نماز میں ساری قوموں کی نمازیں جمع ہیں ساری اقوام اور ساری مخلوقات کی نمازیں جمع ہو گئیں تو نماز ایک جامع ترین عبادت ہے بلکہ نماز ہی عبادت ہے اور چیزیں تعصیل حکم کی وجہ سے عبادت بن جاتی ہیں تو انسان پر ایک فریضہ جو عائد ہوتا ہے۔ وہ نماز کا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ مخلوقات کے سارے نمونے اپنے اندر رکھتا ہے تو سارے نمونوں کی عاجزی اور عبادت اللہ کے سامنے پیش کر دینا اس کے لئے

ضروری ہے اس لئے انسان کی زندگی کا ایک مقصد تو عبادت ہے۔

نمونہ کھالات خداوندی ہونے کی نسبت سے انسان کا فریضہ
اب یہی انسان چیزیں مخلوق کے نمونے رکھتا ہے خالق کے نمونے بھی رکھتا
ہے۔ اس پر یہ فریضہ عائد ہوا کہ جو کام خالق کرتا ہے یہ بھی وہ کرے۔ خالق کا کام
کیا ہے؟ اپنی مخلوق کو پالنا، اس کی تربیت کرنا، اس کو ہدایت کرنا اس نے رزق
پیدا کیا تاکہ مخلوق پلے اس نے اس مخلوق کو تعلیم دی، تاکہ اپنے بھائیوں پر رحم
کرے جیسے میں رحم کرتا ہوں جیسے میں تمہیں راستہ دکھاتا ہوں تم اپنے بھائیوں کو
دکھاؤ۔ جیسے میں تمہاری تربیت کر رہا ہوں تم بھی اپنے بچوں اور عیال کی تربیت
کرو۔ یعنی میری طرف سے نائب بن کرو کام کرو جو میرے کام ہیں۔ میں مدبر
ہوں تم بھی تندیسر کرو۔ میں موجود ہوں تم بھی دنیا میں لیجادات کرو، میرا کام
ہدایت دینا ہے تم بھی دنیا کے لئے ہادی بنو۔ میرا کام احکام جاری کرنا ہے تم
بھی میرے نائب بن کر احکام جائی کرو۔

انسان پر دو فرائض

حاصل یہ نکلا کہ ایک فریضہ انسان پر عبادت کا اور ایک فریضہ خلافت کا عائد
ہوتا ہے ایک طرف جھک کر عبادت کرے گا، اور ایک طرف منصب خلافت پر
بیٹھ کر اللہ کا نائب بن کر اس کی کائنات میں تصرفات کرے گا۔ لکھوں کو قتل
کرے گا۔ دنیا میں ہدایت پھیلانے گا۔ امر بالمعروف اور نهى عن المنکر کرے گا۔ یہ
اللہ کا کام ہے، لیکن نائب بن کر یہ بھی کرے گا۔ انبیاء علیهم السلام دنیا میں اللہ
کے نائب بن کر آتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں حتی تعالیٰ کائنات کے مریٰ ہیں
تو انبیاء بھی مخلوق کی روحوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اللہ معلم ہے جو انبیاء علیهم السلام کو
تعلیم دیتا ہے اس لئے انبیاء علیهم السلام بھی تعلیم دیتے ہیں۔ تاکہ دنیا میں علم پھیل جائے
اللہ کے احکام جاری کرتے ہیں قصاص لیتے ہیں، شراب خوری پر درسے لگاتے ہیں
تو انبیاء علیهم السلام اللہ کے اوپرین نائب ہیں۔ پھر انبیاء علیهم السلام کے نائب ان کے صحابہ

ہوتے ہیں، پھر صحابہ کے نائب تابعین ہوتے ہیں تابعین کے نائب تابع تابعین ہوتے ہیں اخیر تک سلسلہ پہنچ جاتا ہے علماء ربانی، مشائخ حقانی، اور سچے درویش و صوفی، جو مخلوق کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں یہ خلافت کا کام ہے۔ حضرات خلفاء راشدین نے سلطنت بھی کر کے دکھانی خلافت کی گدی پر بیٹھ کر ملکوں بھی قبض کیا۔ مگر ملکوں پر اس لئے قبضے نہیں کئے کہ ان میں سے کچھ کھانا پینا مقصود تھا، اس لئے قبض کیا تاکہ مخلوق کو سیدھے راستے پر چلا میں، ان کو خدا کے قانون کے پر چلا میں انہوں نے اللہ و رسول کے نائب بن کروہ کام کئے جو اللہ کا منشاء تھے دن بھر خلافت کے کام سر انجام دیتے، جب وقت آتا تو مسجد میں جا کر سجدے کرتے۔ اور عبادت کا کام سر انجام دیتے، تو ایک طرف عبادت اور ایک طرف خلافت کر رہے ہیں۔ اس لئے صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو اپنی ذات کو اپنے پروردگار کے سامنے جھکا دے، اور عبادت میں آگے بڑھے کہ اس کی ناک، پیشانی، ہاتھ، پیر، اس کی روح اور خیال بھی اللہ کے سامنے عاجز بن کر جائے۔ یہ کام اپنی ذات کے لئے ہو گا، یہ عبادت ہے دوسرا فریضہ یہ ہے کہ تخت خلافت پر بیٹھ کر دنیا سے برائیوں کا خاتمہ کرے۔ اس لئے نہ فقط عبادت اور نہ فقط خلافت مقصود زندگی ہے بلکہ دونوں مقصود ہیں۔

ہمارے سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا۔ تو سب سے پہلے ملائکہ سے یہی بات فرمائی انی جاصل فی الارض خلیفہ (میں زمین میں اپنا ایک نائب اتارنے والا ہوں) آدم علیہ السلام نائب کس چیز میں تھے؟ عبادت میں تو نائب نہ تھے عبادت اللہ کا کام تھواڑا ہی ہے وہ تو معبد ہے عبادت سے برقی ہے عابد نہیں ہے لیکن عالم کو درست رکھنے اس کی تربیت اور اصلاح کے لئے خلافت دی۔ مگر یہ خلافت وہ انجام دے گا جو پہلے عبادت کر کے اپنے آپ کو درست کرے پہلے اللہ کے سامنے جاکر اپنے اخلاق درست کرے اپنے اندر نیاز مندی اور بندگی کی شان پیدا کر لے اس میں تواضع و خاکساری و للہیت بھی ہو۔ نہ

غوروں کنکر ہے نہ حرص والیخ رہے بلکہ اس میں غنا اور ایشارا ہو۔ مخلوق کی خدمت کا جذبہ اس میں ہو۔ یہ جذبات عبادت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ عبادت کر کے جب جذبات پیدا ہو گئے اب وہ نائب خدا بن گیا اب وہ دوسروں کی اصلاح کرے گا۔ تو مقصد زندگی دو چیزیں تکل آئیں ایک عبادت دوسرے خلافت۔

تمکیم ایمان کے لئے عبادت و خلافت دونوں ضروری ہیں

اسی واسطے ایمان کے دور کن فرمانے کے لتعظیم لام اللہ والشفقت علی خلق اللہ اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اس کے سامنے جک جانا دوسرے اس کی مخلوق پر شفقت اور اس کی خدمت کرنا۔ دونوں باتوں سے مل کر ایمان بنتا ہے۔ ایک شخص چوبیں سمجھنے سے مجبد میں رہے مخلوق چاہے چیزے یا مرے، اسے کوئی پرواہ نہیں اسکا آدھا ایمان ہے اور ایک شخص رات دن مخلوق کی خدمت میں اجنبنوں کے ذریعے لگا ہوا ہے۔ مگر مجبد میں جانے کا نام نہیں لیتا۔ اس کا آدھے سے بھی کم ایمان ہے۔ اس لئے کہ خلافت کا کام تو انعام دیا مگر عبادت چھوڑ دی۔ انسان تکمیل تک ہو گا جب ایک طرف عابد و زاہد ہو اور ایک طرف خلیفہ خداوندی ہو ایک طرف وہ کام کرے جو مخلوق کے کرنے کا ہے۔ وہ عبادت ہے ایک طرف وہ کام کرے جو خالق کا ہے۔ وہ تربیت ہے انہیاء علیم السلام کی بھی زندگی ہے راتوں کو دیکھو تو تجد پڑھتے پڑھتے حضور ﷺ کے قدموں پرورم آجاتا تھا دنوں میں دیکھو تو مخلوق کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ پدایت و تبلیغ فرمائے ہیں دنیا کے باڈشاہوں کے نام خطوط جاری فرمائے ہیں۔ جن میں اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے سفر فرمائے ہیں کبھی طائف میں ہیں کبھی مدینہ میں ہیں تاکہ خلق خدا نیک راستے پر آجائے، یہ خلافت کا کام ہے مسجد نبوی میں جس طرح آپ نماز پڑھتے اسی طرح سے آپ مقدمات کے فیصلے بھی فرماتے مسجد میں چیزے عبادت ہوتی ویسے ہی درس و تدریس کے ذریعے تعلیم بھی ہوتی۔ یہ خلافت کا کام تھا۔ نماز پڑھنا،

تلاوت کرنا، سجدے کرنا، یہ عبادت کا کام تھا۔ یہی شان صحابہ کرام کی ہے کہ ایک طرف تخت خلافت پر بیٹھ کر مخلوق خدا کی اصلاح، اور ایک طرف بوریا اور چھائی پر بیٹھ کر اللہ کے سامنے عجز و نیاز سے سر جھکا دینا۔

فارس میں جب جنگ ہوئی تو صحابہ کرام کی تعداد کل تیس یا تینتیس ہزار تھی فارسیوں کا تین لاکھ کا لشکر تھا، پھر فارس کی فوجیں کل کانٹے سے مسلح، وردیاں، غذا میں اور رسدان کی باقاعدہ۔ یہ تو اپنے فارس کی شان اور ادھر صحابہ کرام مغض درویشوں کا ایک لشکر وردی تو یہ ہے کہ کسی کے پاس کرتہ ندارد ہے تو کوئی لشکر باندھ سے ہوئے ہے۔ کسی کے پاس لمبا کرتا، کسی کے سر پر گلڑی نہیں رہی باندھ کر رکھی ہے، کسی کے ہاتھ میں نیزہ، کسی کے ہاتھ میں تلوار، کسی کے ہاتھ میں خسرو، ہتھیار، لباس نہ غذائیں کچھ بھی باقاعدہ نہیں درویشوں کا لشکر ہے۔ مگر کیفیت یہ تھی لاکھوں فارسی آتے تھے جب صحابہ بھوکے شیروں کی طرح پڑتے تھے وہ بیلوں کی طرح سے بھاگتے تھے اور یہ غالب تھے پورے فارس میں ایک تسلکہ مج گیا فارس کا سب سے بڑا سپہ سالار رستم تھا آپ نے رستم پہلوان کا نام سنایا ہوا گا۔ وہ کمانڈر انچیفت تھا اس نے تمام سرداروں اور لفظینشوں کو جمع کیا، اور کہا کہ یہ غصب کی بات ہے کہ ہمارا لشکر تین لاکھ اور عرب کے بد و کل تیس ہزار پھر ان کے پاس سامان باقاعدہ نہیں ہمارے پاس سامان باقاعدہ، انہیں مدد نہیں پہنچ رہی، ہمارے پیچھے پورا ملک ہے، یہ ہمارے ملک میں حملہ کرنے آئے، میں، ان کا ملک دور رہ گیا، یہ ہمارے ملک میں گھر سے ہوئے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ حملہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بھوکے شیر ہیں اور تم فارسی اس طرح بھاگتے ہو جیسے لو مریاں بھاگتی ہیں، آخر کیا وجہ ہے؟ ہمارے پاس کسی چیز کی کجی ہے۔ سرداروں نے کہا اسے رستم! اگر آپ سچی بات پوچھیں بھم بتلادیں، مگر ہماری جان کی بخشش کر دی جائے اماں دیا جائے کہ تمہیں قتل تو نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہا ہماری جان کو امان دی جاتی ہے۔

اب سرداروں نے مل کر کھا، اسے رسم! یہ مسٹی بھر عرب تیرے ملک پر غالب آ کر دیں گے، انہی کا قبضہ ہو گا، انہی کی حکومت ہو گی۔ پورا ایران ان کے تحت آئے گا۔ یہ نہیں ہاریں گے تم ہاروں گے رسم نے کھا کیوں؟ انہوں نے کھما اس وجہ سے کہ ان کی شان یہ ہے "هم باللیل رہبان و بالنهار فرسان" دن بھر یہ گھوڑے کی پشت پر سوار جہاد میں مصروف ہیں اور رات میں مصلیٰ کی پشت پر سوار ہیں اللہ کے آگے گڑ گڑاتے ہیں اور کھتے ہیں کہ اسے مالک ہم میں کوئی طاقت نہیں طاقت والا تو ہے ہم تیرے سپاہی ہیں تو اگر ہمیں فتح دے تو ہم فتح یا بہو جائیں گے۔ تو ہمیں شکست دے گا شکست کھا جائیں گے ہمارے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں قوت و سلطنت تیری ہی ہے تورات بھر اللہ کے سامنے گڑ گڑاتے ہیں عجز و نیاز سے سرزین پر گڑتے ہیں اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے ہیں۔

اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہاں یے بزرگ لوگ ہیں جس گاؤں میں جاتے ہیں اگر کھیتیاں جلی ہوئی ہوئی، ہیں تو سر سبز ہو جاتی ہیں یہ دوسروں کی بیٹھیوں کی ایسے ہی حفاظت کرتے ہیں جیسی بہو بیٹھیوں کی کرتے ہیں۔ اور اسے رسم تیرا یہ لشکر شراہیں یہ پیتے ہیں، جس گاؤں میں جا پڑتے ہیں، بہو بیٹھیوں کی عزتیں برباد ہو جاتی ہیں جس کھیتی اور باغ میں پہنچ جاتے ہیں پھل اجڑ جاتے ہیں کھیتیاں سب برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ اثرات تیری فوج کے ہیں اور یہ افعال ان کی فوج کے ہیں تو غلبہ تجھے ہو گا یا انہیں ہو گا؟

راتوں کو مصلیٰ کی پشت پر یہ عبادت میں مصروف اور دنوں کو گھوڑے کی پشت پر سوار اللہ کے ناس ب بن کر یہ دنیا کی اصلاح کے درپے، تو در حقیقت رسم اور اس کے سرداروں نے پہچانا کہ ان بزرگوں میں یہی دو چیزیں تھیں ایک طرف یہ عبادت میں کامل اور ایک طرف سرنیاز اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے دوسری طرف اس کی حقوق کی اصلاح کے لئے دنیا میں سفر کر رہے ہیں۔ جو مقدمہ سامنے آتا

ہے، اسے راستے سے ہٹاتے ہیں تاکہ دین پہنچ سکے اور لوگ دین کے اوپر غور کر سکیں۔

بھر حال جب مقصد زندگی عبادت اور خلافت لکلاس سے بڑے عابد دنیا میں نبی ﷺ تھے تو ان کی امت کو بھی سب سے بڑا عابد اور سب سے بڑا نائب خداوندی بننا چاہیئے۔ یہ است اس لیے آئی ہے کہ رات دن عبادت میں مصروف رہے اور رات دن اللہ کی نائب بن کر اللہ کی خلوق کی اصلاح کرے۔ یہ اعلانے کلمتہ اللہ کے لیے اٹھے اپنی زندگی اور موت کا یہ مقصد قرار دے کہ میں جاہے جیوں یا مرلوں مگر خدا کا نام اوپنجا ہو۔ تو اللہ اس قوم کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ ذلت و رسوانی جب ہوتی ہے جب کوئی خدا کے نام کو چھوڑ کر اپنی برتری چاہے۔ اپنے عیش کو آگے رکھنے خدا کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوتی۔ اس پر دسمن اور اقوام مسلط کی جاتی ہیں، جو اس کو خلائق میں جکڑ بند کرتی ہیں لیکن جو کھے مجھے ملک و دولت مقصود نہیں مجھے اللہ کا نام اوپنجا کرنا ہے میری دولت، میری جان اور خاندان اس کے لئے وقت ہے، اس نصب العین کے تحت زندگی ہوگی وہ بھی باعزت ہوگی موت ہوگی وہ بھی باعزت ہوگی ماں سان کو اصل میں عزت کی زندگی کے لئے اللہ کا نائب بن کر بھیجا گیا ہے دنیا میں ذلیل ہونے کیلئے نہیں بھیجا گیا تو سب سے بڑے خلیفہ خداوندی اور عابد خداوندی نبی کریم ﷺ ہیں، جیسے وہ سردار انبیاء ہیں یہ است امتوں کی سرادر بنائی گئی۔ اس کو خیر امت اور افضل الامم کہا گیا۔ مگر افضلیت کیوں بھاگنے پہنچنے اور دولت کی وجہ سے نہیں اس وجہ سے اس کا کام یہ ہے کہ دنیا کی قوموں کی اصلاح کرے دنیا کی قوموں میں جو کھوٹ ہے اس کو رفع کرے اور اگر یہ دنیا کی قوموں کی نقلی کرنے لگے کہ جو کھوٹ ان کے اندر ہے وہ اپنے اندر لے لے۔ تو پھر اصلاح کیا کرے گی؟ اس کا حاصل تو یہ لکلاک دوسری قومیں اس پر غالب آئیں گی، یہ غالب نہیں آسکتی، یہ ایک چیز سے غالب آسکتی ہے وہ یہ کہ یہ کلمہ خداوندی کو اوپنجا کرنے کا نصب العین لے کر

چلے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

تم دنیا کی قوموں پر دولت سے غالب نہیں آسکتے۔ دولت دوسروں کے پاس زیادہ ہے تعداد میں تم دنیا پر غالب نہیں آسکتے اب باطل کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے، اور رہے گی۔ تم اگر دنیا کی قوموں پر غالب آؤ گے تو اخلاق محمدی ﷺ سے غالب آؤ گے کردار سے غالب آؤ گے، دین کو لے کر اٹھو گے تو غالب آؤ گے اس لیے سب سے بڑھ کر تمہارے پاس جنت دین ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی جنت نہیں کہ اس کی تعلیمات حکیمانہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب نبوت کے بعد خلافتِ ربانی کا کام شروع کیا اور اسلام کی دعوت دی تو پورا کم، حجاز اور ساری قوم آپ کی دشمن تھی۔ عزیز و اقرباء دشمن صرف تین آدمی مسلمان ہوئے۔ بوڑھوں میں صدینَ الْكَبِيرَ عورتوں میں حضرت خدیجۃُ الْكَبِيریٰ، اور لڑکوں میں حضرت علیہ السلام سارا خاندانِ دشمن لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی، پورے استقلال کے ساتھ اس کلمہ کو لے کر چلے تو قوتِ مکہ والوں کے ہاتھ میں تھی۔ تعداد ان کی زیادہ تھی۔ تیرہ آدمی جب مسلمان ہوئے تو دوارِ رقم میں اندر سے زنجیر لگا کر نماز پڑھی جاتی تھی۔ خطرے کی وجہ سے مسلمان باہر نہیں نکل سکتے تھے ناداری اور مظاہی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں ہم دارِ رقم میں بند تھے رات کو بارہ بجے میں پیشاب کرنے کے لئے باہر نکلا صفا کی پہاڑی پر بیٹھا پیشاب کیا دھار جو پڑی تو اسی کھنکھناہٹ کی آواز آئی جیسے کاغذ کے اوپر دھار گرتی ہے میں نے پیشاب کرنے کے بعد ٹوٹا معلوم ہوا کہ چھڑے کا ایک گھنٹا پڑا ہوا تھا اس کے اوپر پیشاب گر رہا تھا اس چھڑے کے گھنٹے کو لائے، اور پانی سے پاک کیا کئی وقتوں کے بھوکے تھے اس چھڑے کو منہ میں ڈالا جس سے تسلی ہوئی کہ میں کچھ کھاپی رہا ہوں یہ مظاہی اور ناداری کی کیفیت تھی تو تعداد مسلمانوں کی تیرہ، اور مشرکین مکہ کی تعداد کمیں زیادہ افلاس کا یہ عالم کہ کھانے کونہ ملے۔ خزانے سارے ان کے

ہاتھ میں ہیں۔ مگر اس کے باوجود زندگی کا مقصد یہ تھا کہ اس کلمہ (جو انسانیت کی معراج ہے) کو اونچا کرنا ہے۔ ہم خواہ مٹیں یا رہیں تیرہ برس کے بعد پورا کمہ اور پورا جہاز اسلام میں داخل ہوا۔ یہی قوم جو اقلیت میں تھی اکثریت میں آگئی، وہ قوم جو بے شوکت تھی ساری شوکتیں اسی کے ہاتھ میں آگئیں، اور جو قومیں شیر بنی ہوئی تھیں وہ اس کے سامنے جاک گئیں۔ اللہ کا نام لے کر کھڑے ہونے میں جب استقلال و ثبات دکھلائے تو دنیا کی قومیں جاک جاتی ہیں، ہمیں دوسری قوموں کی دولت و عزت نہیں چھیننی ہمیں تو خدا کا نام پہنچانا ہے جا ہے، ہم مر جائیں گو یہ کلمہ قبول کرو اگر اس شان سے چلیں گے دنیا کی قومیں ممنون ہوں گی۔

اخلاقی قوت سے ہی انسان اونچا ہو سکتا ہے

حضرات صحابہ جب ہندوستان میں آئے تو سب سے پہلے سندھ میں داخل ہوئے مورخین لکھتے ہیں سندھ کے بازاروں سے جب صحابہ گزرے تو کسی لوگوں نے ان کے چہرے دیکھ کر اسلام قبول کیا اور کہا یہ چہرے جھوٹوں کے نہیں ہو سکتے۔ ان کے چہروں پر سجائی برستی ہے۔ ان کا کردار اور چہرہ و مہرہ سب اسلام کا مبلغ تھا۔ ہم اپنے کردار سے دنیا کی اقوام کو اسلام سے نفرت دلار ہے، ہیں۔ دنیا کی اقوام ہمارے عمل کو دیکھ کر اسلام کو سمجھتی ہیں جب وہ ہمارے اعمال کو دیکھتی ہیں تو کہتی ہیں کہ ایسے اسلام کو سلام ہے اسے قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اسلام کے مبلغ کیا ہوئے ہم خود اسلام کی تبلیغ میں روڑے بنے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی درست کریں، ہمیں علم و تعلیم اور اسلامی اعمال سے واقفیت ہو جہالت کے ساتھ دنیا کی کوئی قوم اونچی نہیں ہو سکتی۔ انسان کی لیے ترقی کا پہلا زینہ علم ہے تو تعلیم بھی ہو اور اخلاق درست ہوں ہم میں صبر و تحمل، بردباری، حیاء، غیرت، حمیت، جذبہ خدمت ایسے اخلاق ہوں۔ جب یہ اخلاق اور علم ہوگا تو ایسی قوم کبھی نیچے نہیں رہ سکتی یہ علم اور اخلاق ایک قوت ہے جو انسان کو گرنے نہیں دیتی۔ یہ انسان کو اونچا بنادیتی ہے۔ یہ

جب تکل جاتی ہے تو کوئی چیز آدمی کو اونچا نہیں کر سکتی۔ جیسے رہ کی گیند میں ہوا بھری ہوئی ہے اگر اسے آپ زمین پر زور سے پڑنے دیں تو وہ اتنا ہی اوپر جائیگی اسے واپس اس لئے کہ اس میں ہوا کی قوت بھری ہوئی ہے۔ وہ نیچا نہیں دیکھ سکتی۔ اگر ہوا نکال دیں وہ پھر سے ہو کے ہیں رہ جائیگی۔ ایک مسلمان کو مثل گیند کے سمجھوادا میں جب تک دین اور علم و اخلاق کی ہوا بھری ہوئی ہے اگر اس کو کوئی زمین پر پڑے گا بھی یہ اوپر ہی جائیگا۔ اور اگر یہ روح اس کے اندر سے تکل کی پھر جس قوم کا جی چاہے اسے تھپڑ مارے اور نیچے گردے۔ ہوا کی طاقت تو اس میں ہے نہیں اس لئے ہوا اندر وہی بھرنی چاہیئے جس سے اندر طاقت آئے اور طاقت روح سے آتی ہے، پھر روح کی طاقت علم و اخلاق سے، اسی سے آدمی کو خلافت کا مقام ملتا ہے، اسی سے انسان کے اندر عبادت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب تک کسی چیز کا مقصد پورا نہ ہو۔ اس کی زندگی بے کار ہوتی ہے۔ مسلمان درس ہے اس کا مقصد تعلیم ہے اگر تعلیم نہ ہو درس ہے کار ہے مگر کا مقصد رہیں سن ہے اگر اس میں رہیں سن نہ ہو مگر بنانے کا فائدہ کیا؟ بازار کا مقصد یہ ہے کہ سامان ملے اگر سامان نہ ملے تو بے کار ہے اگر انسان کو مقصد عبادت و خلافت ہے جب یہ مقصد نہ ہو یہ انسان گولی مار دینے کے قابل ہے۔ اگر مقصد پورا کر رہا ہے تو وہ زندگی کا شوت دے رہا ہے۔

مسلمان کا دنیا میں مقصد اعلائی کلمتہ اللہ ہے

دنیا کی اقوام کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کا مقصد دولت، کسی کا روشنی، کسی کا اقتدار۔ اسلام اور مسلمان کا مقصد اعلائی کلمتہ اللہ ہے، کہ میں رہوں یا نہ رہوں، خدا کا نام اونچا ہونا چاہیئے میں اللہ کا ناسَب بن کر آیا ہوں۔ توبات وہ کرنی چاہیئے جس سے ہم میں طاقت پیدا ہو۔ ہماری طاقت دین اسلام، ایمان اور خلافت اور روحانیت سے ہے۔ ہتھیار و دولت اور بلڈنگوں میں ہماری طاقت نہیں ہے

ہماری طاقت تو اللہ کے نام اور کام میں ہے۔ جو آیت کریمہ میں نے پڑھی اس میں زندگی کے دو مقصد بتلانے ایک عبادت اور دوسرا ہے خلافت عبادت کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا۔ یعنی اقم الصلوٰۃ۔ حضرت لقمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے نماز قائم کر۔ نماز ہی چونکہ اصل میں عبادت ہے اس کا مطلب یہ نکلا کہ خدا کا عبادت گذار بندہ بن۔ اللہ کے آگے اپنی عاجزی پیش کر، اسی میں تیری عزت اور رفت و سر بلندی ہے تو یہ فریضہ عبادت کا ہے جو زیادہ سے زیادہ نماز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

دوسری بات فرمائی اور بالمعروف و نہ عن المکر۔ معروف کا امر کر، اور منکر سے ممانعت کر۔ یعنی دنیا میں نیکی پھیلو اور برائیاں مٹاؤ۔ دنیا کی قوموں کو اچھے کاموں کی عادت ڈالو برسے کاموں سے روکو فرش و بے حیاتی کو مٹاؤ بے غیرتی و بے حمیتی کا دنیا سے خاتمہ کرو۔ حسنا، ایثار، سخاوت، مروت اور شجاعت ان اخلاق کو دنیا میں پھیلوتا کہ اللہ کی طاعت و عبادت دنیا میں پھیلے اور بغاوت ختم ہو۔ اس کو امر بالمعروف اور نہ عن المکر سمجھا گیا۔ امر بالمعروف یعنی نیکی کا آرڈر دینا۔ نہ عن المکر برائی سے روک دینا۔ اصل میں یہ کام اللہ کا ہے وہ ہے سب سے بڑا امر فرمانے والا اور برائیوں کو روز کئے والا ہے۔ مگر اس نے انسان کو اپنا نائب بنایا کہ تم میری طرف سے امر بالمعروف اور نہ عن المکر کرو۔ تو اس سے خلافت و نیابت ثابت ہوتی ہے جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا۔

الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوة و
امروا بالمعروف و نهوا عن المکر و اللہ عاقبہ الامور
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ان مسلمانوں کو طاقت و اقتدار دے دیں تو ان کا مقصد گیک پیسٹری کھانا نہیں ہو گا۔ ان کا مقصد اللہ کی ترجمانی ہو گا۔ یہ نمازوں کا نظام قائم کریں گے صدقات پر دنیا کو مائل کریں گے۔ اچھی باتوں کا آرڈر جاری کریں گے۔ برائیوں کو دنیا سے روکیں گے یہ ان کا کام ہو گا۔ معلوم ہوا سلطنت

دینے کا بڑا مقصد امر بالمعروف کا نظام قائم کرنا اور منکرات کو دنیا سے مٹانا ہے اسی
کا نام خلافت ہے۔

قربانی سے نصب العین دنیا میں پھیلتا ہے

ظاہر بات ہے جب مسلمان امر بالمعروف اور نصیحت لے کر کھڑا ہو گا
ساری دنیا نہیں مانا کرتی کچھ دوست بن جاتے ہیں، کچھ دشمن۔ مسلم کے سامنے
متقابلہ بھی کرتے ہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ خود حضور ﷺ کی شان میں کتنی
گستاخیاں کی گئیں اس میں صبر و تحمل، عالی طرفی اور بڑے اخلاق کی ضرورت ہوتی
ہے۔ اس لئے آگے فرمایا گیا۔ واصبر علی ما اصابک۔ اور اس راستے میں جتنی
مصیبتیں آئیں انکو جھیلنے کی عادت ڈالو اور اپنے اندر صبر و تحمل پیدا کرو۔ عدم
تشدد کا راستہ اختیار کرو جس قوم میں صبر و تحمل اور برداشت آگئی وہ قوم
کا میاب ہے جا ہے وہ ابتداء میں نظریف اٹھائے گی مگر چند دن کے بعد غلبہ اسی کا
ہو گا۔ تو تین چیزیں فرمائی گئیں۔ عبادت و خلافت کا نظام اور اخلاق کا نظام، کہ صبر
و تحمل اور اولوالعزمی ہو۔ جو آدمی ذرا ذرا اسی بات پر آپ سے باہر ہو جائے کسی
نے گالی ذدی بس لٹھنے پر مرنے پر تیار، کسی نے اشارہ ہی کیا تو مکہ دھانے کو
تیار، وہ کبھی کام نہیں کر سکتا کام وہ کرے گا کہ قتل کی بھی دھمکیاں ہوں، دولت
بھی چھین لی جائے، غلامی کی بھی دھمکی دی جائے مگر وہ پرواہ نہ کرے، کہ یہ چیزیں
مجھے مقصود نہیں ہیں مجھے توالد کا نام بلند کرنا ہے فاقہ کروں یا کچھ کروں مجھے آگے
بڑھنا ہے وہ کبھی نیچا نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے اس آیت کی روشنی میں میں نے یہ
تین باتیں عرض کیں ایک عبادت درست ہونی چاہیئے دوسرا خلافت کا جذبہ ہونا
چاہیئے، اور تیسرا اخلاق اور کردار درست ہونا چاہیئے تب جا کے قوم کی زندگی بن
سکتی ہے اگر عبادت اور خلافت کا جذبہ نہ ہو اخلاقی قدریں بھی نہ ہوں تو آخر پہنچے
اور تازہ رہنے کی صورت کیا ہے؟

روئی زندگی نہیں ہے زندگی انسان کا کردار اور نصب العین ہے وہ ہوگا تو قوم زندہ ہے آج دنیا میں جتنی قومیں بڑھ رہی ہیں وہ کھابنے پینے سے نہیں یہ تو آثار میں سے ہے۔ اصل نصب العین ہے جو قوم کوئی مقصد لے کر کھڑی ہوئی اور وہ اس مقصد کی خاطر قربانیاں دے رہی ہے۔ وہ بڑھے گی اور اقتدار پائے گی ہم کوئی بھی مقصد نہ رکھیں پس کھاپی لیا اور سو گئے یہ کوئی زندگی کا مقصد نہیں ہے اگر یہ مقصد ہے تو ہر جانور بھی یہ مقصد لیتے ہوئے ہے۔ تو پھر انسان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے انسان تو کوئی کمال لے کر آیا ہے جامع تو اتنا کہ ساری مخلوقات اور خالق کے کمالات کے نمونے موجود اور مقصود صرف روئی۔ اتنا اعلیٰ کردار لے کر آئے اور مقصد اتنا بھسپھا جو ہر جانور کو بھی میرے جیسا جامع ہے ویسا ہی مقصد بھی ہونا چاہیے وہ مقصد یہی ہے کہ ایک طرف عبادت ہو یعنی اللہ کا سچا بندہ، اس کے نام پر مرٹنے والا اور ایک طرف اس کا ناسَ کہ اس کا خلیفہ بن کر پوری دنیا میں اصلاح کا پیغام پہنچانے والا اور اس میں اتنی مضبوط اتنا کہ جو مصیبت آئے اسے خوشدنی سے جھیلنے کو تیار، ایسے افراد اور ایسی قومیں ہمیشہ بلند و بالا ہوتی ہیں۔ غور کیا جائے جو تین چیزیں میں نے پیش کی ہیں یہ قوم کی برتری اور سر بلندی کا پیغام ہیں تفصیلات اس کی بہت ہیں وہ تعلیم اور غور و فکر سے معلوم ہو گئی مگر اصولاً یہ تین چیزیں ہیں جس سے قومیں بڑھتی ہیں ایک صحیح نصب العین کہ سچا عابد اور دوسرا نصب العین کہ سچا خلیفہ ربانی اور تیسرا نصب العین کہ سچا اخلاقی نمونہ رکھنے والا اس سے ان شاء اللہ برتری پیدا ہو گی۔ یہ آیت ہے تو دو تین لفظوں کی مگر اس نے بڑا عظیم پروگرام پیش کر دیا ہے اور یہی اللہ کے کلام کی خصوصیت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کو معجزہ کہا گیا۔

حنّ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پروردگار کے کلام پر چلنے کی کوشش کریں اور اپنی زندگی کو قرآن و حدیث میں ڈھالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات پر چلائے اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی پیروی نصیب فرمادے۔ آمین